© rasailojaraid.com

مشائخ پنجاب کا ایک نادر تذکرہ

محمد اقبال مجددی

پنجاب کے علماء و مشائخ کے حالات پر اب تک کوئی قیمتی کتاب منظر عام پر نہیں آئی ہے۔ عمومی تذکرہ نویسوں نے اس خطے کو بڑی حد تک نظرانداز کر دیا ہے۔ پنجاب کے ہر قصبہ سے عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی کے مصنفین و شعراء کے شاہکار جستجو سے مل سکتے ہیں۔ اس وقت پنجاب کے علماء و مشائخ کے ایک ایسے نادر تذکرے سے روشناس کروایا جا رہا ہے جس سے زمانہ حال کے محققین نے استفادہ نہیں کیا۔

اس کتاب کا نام عین التصوف ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ تصوف کے عمومی مسائل پر مشتمل ہے اور آخری حصہ مصنف کے آباء و اجداد، اساتذہ اور ہم مشرب احباب کے حالات سے بھرپور ہے۔

یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی اور بصورت مخطوطہ اس کا نسخہ جناب عبدالرشید سیالکوٹی مالک کتب خانہ رشیدیہ اُردو بازار لاہور کے پاس ہے۔ چونکہ مخطوطہ ناقص الاوّل ہے اس لئے مصنف کا پورا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ایک دو مقامات پر مصنف نے اپنے اشعار نقل کرتے ہوئے اپنا تخلص فضلی بتایا ہے[1] اپنے والد کا نام سید مصطفیٰ بن سید عبدالرزاق معروف بہ شاہ چراغ لاہوری بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بن سید محمد غوث بالا پیر اوچی بن سید زین العابدین رحمتہ اللہ علیہم لکھا ہے[2] گویا مصنف کا تعلق اوچ کے سادات سے ہے۔ چونکہ مصنف کے حالات مطبوعہ اور متعارف تذکروں میں نہیں ملتے۔ اس لئے ہم نے ساداتِ اوچ کے تذکرے دیکھے تو سید علی اصغر گیلانی کے شجرۃ الانوار میں سید مصطفیٰ کی نرینہ اولاد میں سے صرف سید مجتبیٰ کا نام ملا اور پھر سید مجتبیٰ

۱۔ عین التصوف قلمی ورق ۹۔ الف

۲۔ ایضاً ورق ۱۰۵۔ الف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا نام ملا اور ہم سید مجتبیٰ کے دو لڑکوں سید عبدالقادر اور سید ابو نصر فضل الدین کا ذکر کیا گیا ہے۔ خیال ہوا کہ غالباً انہی فضل الدین نے اپنے نام کی مناسبت سے فضلی تخلص کیا ہوگا۔

فضل الدین کے بارے میں اس شجرہ میں بتایا گیا ہے:

سید ابو نصر فضل الدین (صاحب سجادہ) متوفی ۱۲ جمادی الثانی ۱۱۲۸ھ۔

زوجہ اش بی بی یمنی دختر سید اسمٰعیل بن شاہ چراغ لاہوری مذکور، زوجہ ثانیہ عصمت خاتون بنت نصراللہ۔ سید فضل الدین۔

در ہنگامۂ سکھاں در عہد فرخ سیر شہادت یافت۔ نعش ایشاں میداشتند[۳]

سید فضل الدین کے ایک بیٹے پیر بخش اور بیٹی بی بی سخاوت معروف بہ سعادت النساء کا ذکر اسی شجرۃ الانوار میں کیا گیا ہے نیز لکھا ہے کہ پیر بخش لاولد تھے۔[۴]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب شجرۃ الانوار کو سید مصطفیٰ کے صرف ایک ہی صاحبزادے سید مجتبیٰ کا علم ہو سکا ہے یا عین التصوف کے کاتب نے قصداً سید فضل الدین کو براہ راست سید مصطفیٰ کا بیٹا لکھ دیا ہے۔ لیکن یہ قیاس آرائی بھی درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ مصنف اپنے والد کے حالات کا عینی شاہد ہے۔ نیز خود مصنف نے اپنے کسی بھائی مثلاً سید مجتبیٰ کا ذکر نہیں کیا۔

کتاب کے اندرونی شواہد سے مصنف کی زندگی کا یہ خاکہ تیار ہوا ہے۔ مصنف کا تعلق اوچ کے اس خانوادے سے تھا جو اوچ سے ہجرت کر کے لاہور آ گیا تھا۔ شعر بھی کہتے تھے فضلی تخلص کرتے تھے۔ اپنے اشعار کتاب میں نقل کیے ہیں[۵] والد کی وفات (۱۰۶۵ھ) کے وقت کم سن تھے۔ اس لیے عم بزرگوار سید محمود (ف ۱۰۸۶ھ/۱۶۷۵ء) نے ان کی تربیت کی لکھتے ہیں:

"بعد از انتقال قبلہ گاہی تربیت بندہ ایشان فرمودند و سجادہ نشینی دادہ اند"[۶]

۳۔ علی اصغر گیلانی۔ شجرۃ الانوار قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب۔ لاہور۔ ورق ۵۴ ب ۵۵ و، حدائق الانوار (سفرنامہ سید شرافت نوشاہی) در اوچ ۱۹۲۸ء قلمی مملوکہ مصنف مدظلہ۔

۴۔ علی اصغر ورق ۵۵۔ و

۵۔ فضلی، عین التصوف ورق ۹۔ ۶۔ ایضاً ورق ۱۰۸ ب۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن مصنف کی روحانی تشنگی اس کے باوجود باقی رہتی ہے۔ اور ان کے اجداد کے عرسوں کے موقع پر ایک بزرگ شخصیت حضرت شاہ محمد فاضل سے ان کی ملاقات ہوتی ہے ان دنوں مصنف کی عمر تیرہ چودہ سال کی تھی۔ یہ ملاقات مسلسل ہوتی رہی آخر مصنف ان سے بیعت ہو جاتے ہیں۔ ؎

شاہ محمد فاضل لاہوری (متوفی ۱۰۹۹ھ) کے علاوہ مصنف نے ملا فتوحی لاہوری سے بھی اسماء عظام کے پڑھنے کی اجازت لی تھی لکھا ہے:

"بندہ را اجازت خواندن اسماء عظام از ملا صاحب است" ؎

ان کے علاوہ پنجاب کے دیگر مشائخ سے بھی مصنف کے گہرے روابط کا پتہ چلتا ہے۔ ان مشائخ کے حالات تو اس تذکرے کے علمی فوائد کے تحت آئیں گے لیکن ان کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں:

میاں شاہ عبدالصبور، میاں عبدالرشید، شاہ بازید افغان، صوفی دوست، شیخ یحییٰ بن شیخ عبدالکریم لاہوری شاہ دولا گجراتی، شیخ ضیاء الدین خادم درگاہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری اور میر احمد شہید۔

کتاب پر ایک نظر

کتاب کا ابتدائی حصہ تصوف کے عمومی مسائل پر مشتمل ہے اور آخری حصہ مصنف کے آباء و اجداد اور احباب کے حالات پر مبنی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت ان نکات سے بخوبی واضح ہو سکتی ہے:

۱۔ کتاب کے تذکرے کا حصہ مصنف کے ذاتی مشاہدات اور عینی شاہد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اسے منفرد ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

۲۔ مصنف کو ایک حد تک تذکرہ نویسی کا شعور تھا جو اُسے دیگر معاصر تذکرہ نویسوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حالات کے اندراج کے ساتھ ساتھ صاحب ترجمہ کی تاریخ و سالِ وفات کا اہتمام اور اگر ان میں سے کوئی مصنف تھا تو اس کی تصانیف کے اقتباسات اور اگر کسی کی تصنیف کا علم نہیں ہو سکا تو اس کی غزلیات ہی نقل کر دی ہیں۔ اس طرح پنجاب کی کئی غیر معروف شخصیات کے سنین وفات پہلی مرتبہ اس تذکرے کے ذریعہ منظر عام پر آ رہے ہیں۔

؎ ۔ ایضاً ۱۱۳ ب

؎ ۔ ایضاً ۱۳۰ ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب کا سالِ تصنیف

نسخہ کے ناقص الاوّل ہونے کی وجہ سے اس کا صحیح سالِ تصنیف معلوم نہیں ہو سکا۔ ہم نے اس مقالہ میں مصنف کے احباب کے حالات کے دوران سنین ۱۱۰۴ھ، ۱۱۰۶ھ اور ۱۱۱۲ھ نقل کئے ہیں۔ ایک مقام پر مصنف نے عالمِ مکاشفہ میں سید محمد غوثؒ سے اپنی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ بیعت ۱۱۲۰ھ کا واقع ہے ۹

گویا ۱۱۲۰ھ مؤخر ترین سنہ ہے جو کتاب میں مذکور ہوا ہے اس لئے ہمارے نزدیک یہ کتاب حدود ۱۱۲۰ھ/۰۹-۱۷۰۸ء میں تالیف ہوئی ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب نے ۱۲۳۱ھ سال کتابت دیا ہے۔ لیکن اسے سنہ تسوید لکھ دیا ہے جو غلط ہے۔

یہ کتاب ۱۳۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ سہو ہائے کتابت اس کثرت سے ہیں کہ دیگر نسخوں کی دریافت کے بغیر تصحیح ممکن نہیں۔ اس وقت تک ہمیں اس کے کسی دوسرے نسخے کے وجود کا علم نہیں ہے۔

مصنف نے اپنے اجداد میں سے حضرت سید محمد غوث اوچیؒ (ف ۹۲۳ھ) کے حالات حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ کی کتاب اخبار الاخیار سے نقل کئے ہیں لیکن بعض نکات ایسے بھی لکھے ہیں جو اخبار الاخیار میں نہیں ہیں مثلاً

حضرت شیخ قبے

گویند حضرت مولانا عبدالرحمن جامی باستماع عبیر فضائل او بجانب او اشعاری فرستادند ۱۰

فضلی نے لکھا ہے۔

فیما بین مولوی جامی و الیشان مکاتبات شوقیہ بود ۱۱

حضرت شیخ نے سید محمد اوچیؒ کا سالِ وفات نہیں لکھا لیکن فضلی نے ۲۷ رجب ۹۲۳ھ سالِ وصال بتایا ہے ۱۲

---

۹ ایضاً ۱۰۳-ل

۱۰ عبدالحق شیخ: اخبار الاخیار۔ میرٹھ ۱۲۷۷ھ ص ۱۹۰

۱۱ فضلی: عین التصوف ۹۹-ل

۱۲ ایضاً ورق ۱۰۰ ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیز سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث مذکور (ف ۱۰۴۰ھ) سید زین العابدین بن شیخ عبدالقادر (ف ۹۳۸ھ) سید محمد غوث بن زین العابدین مذکور (ف ۹۵۹ھ) حاجی عبدالقادر ثالث اور سید عبدالوہاب بن حاجی عبدالقادر کے بارے میں لکھا ہے:

حقیقتِ عمر و وفاتِ ایشان معلوم نشد ۱۳

سید عبدالرزاق معروف بہ شاہ چراغ لاہوری کا سنہ و سال وفات ۲۲ ذی قعد ۱۰۶۸ھ لکھا ہے۔ ۱۴

مصنف نے اپنے والد سید مصطفےٰ بن شاہ چراغ لاہوری کے بارے میں چند اہم نکات تحریر کئے ہیں:

مسجد جامع کلان در روضہ اجداد خود بے تکلف بسیار متقابلہ اجورہ مبلغ چہل ہزار روپیہ یک دفعہ بناکردند ۱۵

نیز لکھا ہے کہ سید مرتضیٰ خان نے ایک مرتبہ اسی ہزار روپے بطور نذر پیش کئے۔ اور درخواست کی کہ اگر مجھے آپ کی دعا سے پنج ہزاری منصب مل جائے تو ایک لاکھ روپے پیش کروں گا لیکن آپ نے یہ نذر قبول نہیں کی ۱۶

کمال خان لنگا کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بھی آپ کا مرید تھا ۱۷

سید محمود عم بزرگوار مصنف

برادر حقیقی و مرید والد کاتب حروف .... رحلت فرمودند روز چہار شنبہ وقت استوا ثمرہ جمادی الاوّل سنہ یک ہزار ہشتاد و شش مرید والد کاتب الحروف کہ برادر حقیقی ایشان بودد بعد از انتقال قبلہ گاہی تربیت بندۂ ایشان فرمودند و سجادہ نشینی دادہ اند ۱۸۔

مصنف نے اپنے اجداد کے علاوہ جن احباب کے حالات لکھے ہیں ان میں سے چند اہم نکات

۱۳۔ ایضاً ۱۰۴ ب

۱۴۔ ایضاً ۱۰۵۔ ا

۱۵۔ ایضاً ۱۰۵۔ ب

۱۶۔ عین التصوف ۱۰۷۔ ا ۔ ۱۷۔ ایضاً ۱۰۷۔ ا

مصنف نے اپنے والد سید مصطفےٰ کا سالِ وفات ۱۰۷۵ھ لکھا ہے (۱۰۶ ب) لیکن سید علی اصغر گیلانی نے ۱۰۸۴ھ تحریر کیا ہے (شجرۃ الانوار ورق ۵۴۔ ب)

۱۸۔ عین التصوف ۱۰۸۔ ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔

شاہ یتیم اللہ ابوالاسرار

"در عمر ہفت سالگی از وطن۔۔۔۔ ہجرت نمودہ در کوہ ہائے کشمیر و تبت در طلب حق جل و علا آمدہ اند"[۱۹]

پھر بغداد سے مکہ پنجاب آئے۔ اور لاہور پہنچ کر محلہ وچھووالی میں قیام کیا۔

"حضرتِ ایشان ۔۔۔۔ از انجا بہ لاہور قدوم ارزانی فرمودند در محلہ وچھووالی کہ از جملہ محلہ ہای آن شہر است در یک مسجدی کہ از بناء محمد مقیم مشہور است۔"[۲۰]

یہیں شاہ محمد فاضل لاہوری سے ان کی ملاقات ہوئی دنیا میں رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ زیر بحث رہا۔ شاہ ابوالاسرار دنیا میں رویت کے قائل تھے اور شاہ محمد فاضل آخرت میں رویت کے قائل تھے۔ شاہ ابوالاسرار اور علمائے لاہور کے درمیان اس موضوع پر تحریری مباحثہ بھی ہوا۔

شاہ محمد فاضل نے اس مباحثہ اور شاہ ابوالاسرار کے دیگر کلماتِ معارف اپنی کتاب وصالیہ میں تفصیل سے لکھے ہیں۔[۲۱]

شاہ ابوالاسرار کے پنجاب میں یہ چار خاص مرید تھے شاہ محمد فاضل، حافظ محمد صادق، ملا امام الدین اور میاں نور محمد۔

اب ان چاروں حضرات کے مختصر حالات ملاحظہ کریں۔

شیخ محمد فاضل بن شیخ عبدالفتاح لاہوری

"مولد شریف ایشاں در دیہہ رسول پور متصل فریدآباد حدِ صدگہرہ کہ در راہِ ملتان می آید مقرر است و والدِ ایشان شیخ عبدالفتاح نام ولی مردِ خضر پیکر (است)۔۔۔۔ در ظاہر ہشم زمینداری در ریاست پرگنہ مذکور۔۔۔۔ ابتداء در مدتِ عمر پانزدہ سال در لاہور برائے کسب علوم دینی آمدہ پیش سید ولی کہ صاحب کمال بود در شہر لاہور شہرت بسیار داشت و مسجد سید مشار الیہ بر لب

۱۹۔ عین التصوف ورق ۱۰۹۔ ا

۲۰۔ ایضاً ورق ۱۰۹۔ب

۲۱۔ ایضاً ورق ۱۱۲۔ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دریائے راوی بر راج گھاٹ واقع است.....

"چند مدت در قریہ چک بوچاں کہ متصل پرگنہ ناظر است اقامت داشتند و چند مدت در صد گھرہ بودند بعدہ بموجب تقاضای سخت پدر بزرگوار خود تزویج کردند۔ لیکن اولاد نشد و چند کتاب تصنیف ہم دارند مسمّٰی بہ مصالیہ و راحت الواصلینؒ و بے اختیار نامہ و مثبت الرویۃ" ۲۲

شاہ محمد فاضل، مصنف کی والدہ کے مرضِ موت میں عیادت کے لئے صدگھرہ گئے تھے۔ ۲۳

شاہ محمد فاضل کا انتقال ۲ محرم ۱۰۹۹ھ کو ہوا۔ پہلے آپ کو آپ کے مسکن متصل دریائے راوی میں دفن کیا گیا لیکن دو اڑھائی سال کے بعد دریا میں طغیانی کے خدشہ سے ان کی نعش وہاں سے لاکر لاہور شہر بیرون دروازہ راج پورہ میں دفن کیا گیا:

وصال ایشان شب جمعہ آخر وقت مغرب دوم ماہ محرم الحرام سنہ یک ہزار و نود و نہ ۲۴... بعد از رحلت دو نیم سال جای مقبرہ متبرکہ کہ متصل دریائے راوی در دیہہ مسکنت شان بود۔ چون آب دریا طغیان کرد چنانچہ خوف غرق قبر متصور شد ازین سبب از انجا تابوتِ مبارک شان برآوردہ در لاہور بیرون دروازہ راج پورہ کہ روی آں طرف شمال است مقبرہ نمودہ شد" ۲۵

حافظ محمد صادق

اپنے پرگنہ کے قاضی اور تحفۃ الصادقین کے مصنف تھے۔ لکھا ہے: مولد شریف ایشان میکہ بہتھان کہ متصل صدگھرہ است از انجا بعد ہوشیاری برائے طلب علم دینی در فرید آباد تشریف آوردہ کسب علم ظاہری نمودہ.... بدرجہ کہ ہمہ عالمان آن دیار امور فتوی شرعی آن دیار ایشان تفویض نمودند.. بعد ازاں بخدمت بندگی حضرت شاہ ابوالاسرار (دتیم اللہ مذکور) توسل نمودند........ تمام عمر در تلاوت و تنہای صرف نمودند و اکثر ہر روز ختم کلام مجید میکردند و عمر شریف ایشان ظاہرتا بہ چہل سال رسید........

۲۲۔ ایضاً ورق ۱۱۳۔ ا ۔ ۲۳۔ ایضاً ۱۱۵ ب

۲۴۔ ایضاً ۱۱۸ ب

۲۵۔ راحت الواصلین کا ایک طویل اقتباس، عین التصوف میں درج ہے (ورق ۲ تا ۵)

۲۵۔ ایضاً ورق ۱۱۹۔ ا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو قضائے حاجت کے دوران سیاہ سانپ نے ڈس لیا جس سے ان کی وفات ہو گئی۔

وصال نمودند در سنہ یک ہزار (و) ہشتاد و ۱۰۸۳ شہر صفر تاریخ بیست و پنجم آخر شب یک شنبہ رحمۃ اللہ علیہ و قبر شریف ایشان در مقام العاشقین متصل فرید آباد کہ جائے سکونت ایشان بود ہست جائے پُر فیض زیارت گاہ است۔[۲۶]

ایشان چند کتب تصنیف است ازان جملہ کتاب تحفۃ العاشقین کتاب عالی مضمون است[۲۷]

فارسی میں شعر بھی کہتے تھے صادق تخلص کرتے تھے۔[۲۸]

ملا امام الدین

پنجابی میں بہت سوز انگیز شعر کہتے تھے۔ شاہ ابوالاسرار مذکور کے مرید تھے۔ ان کا والد ہندو تھا اور سرکشی کے باعث قید ہوئے اور شاہ جہان آباد میں ہی بحالتِ قید مر گیا۔ ملا امام الدین لاہور چلے آئے یہاں آکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

باشوق خیالہائے پنجابی می ساختند و بہ قوالان آموختہ می شنیدند و جان گذاری میکردند۔۔۔۔

اکثر خیالہای ملا امام الدین بزبان پنجابی مشہور است کہ از شورش احوال می بستند سرود میکردند در رقص می فرمودند و مردمان ہر طرف در دکھن و پورب و سندھ ٹپہ ہائے ایشان می خواندند کلام سوز انگیز است ہر کہ می شنود آہ و فریاد پُر درد میزند و یک کتاب در زبان ہندی ساختہ اند نام آن ذرپن سادہان یعنی آیینہ راستان کلام سکر آمیز نکتہ درد انگیز در آن تحریر یافتہ و کاتب حروف (مصنف) مضمون بعضی ٹپہ ہائے ایشان بزبانِ فارسی تغیر دادہ می تولید۔[۲۹]

ان کا کلام حدِ حصر سے زیادہ تھا۔[۳۰]

ابیات کے فارسی ترجمہ کے مطابق ان کا تخلص امام الدین تھا۔

۲۶۔ ایضاً ورق ۱۲۰ ب۔ ۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ اشعار کے لئے ملاحظہ ہو ورق ۱۲۱۔ الف تا ۱۲۲۔ الف

۲۹۔ ابیات کے ترجمہ کے لئے ملاحظہ ہو عین التصوف ورق ۱۲۲ ب تا ۱۲۳۔ الف

۳۰۔ ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی سکونت قصبہ روپڑ میں تھی وہاں کے کسانوں سے عداوت کی وجہ سے لاہور آگئے تھے۔ ۱۱۰۴ھ میں انتقال کیا قبر کلانور میں ہے۔

"درسنہ یک ہزار و یک صد و چہار داعی حق را لبیک فرمودند۔ قبر شریف الیشانؒ پرگنہ کلانور واقع است"۔ ۳۱ے

میاں نور محمد

شاہ ابوالاسرار کے چہیتے مرید تھے۔ ان کی ولادت لاہور میں ہوئی اور سکونت اندرون موچی دروازہ لاہور میں تھی۔ ذی علم بزرگ تھے۔ ان کی قبر دریائے راوی کے کنارے قریہ سہنا لبیان (جوار صد گہرہ) کے متصل تھی۔ انہوں نے کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی ۳۲ے

اب پنجاب کے بعض ایسے حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے جو مصنف کے ہم مشرب تھے اور جن کی صحبت سے مصنف کو فوائد حاصل ہوئے۔

بندگی شاہ عبدالصبور

ان کی ولادت قصبہ جہجھر میں ہوئی یہ سات سال کے تھے والد انتقال کر گئے۔ اپنے عم بزرگوار کے ہمراہ اکبر آباد جاکر نزہتہ الارواح کے چند اجزا پڑھے جس سے طلب کی آرزو پیدا ہوئی۔ مرضِ شکم میں ۱۱۱۲ھ میں انتقال کیا برہان پور میں دفن ہوئے لیکن ان کے مریدین ان کا تابوت نکال کر جہجھر لے گئے جہاں ان کے حجرہ میں انہیں دفن کر دیا۔ لاہور میں ان کے کئی مرید تھے۔ ۳۳ے۔ شاہ عبدالصبور شاعر بھی تھے مصنف نے ان کی چار غزلیں نقل کی ہیں۔ ۳۴ے۔

میاں عبدالرشید

مولف سے گہرے روابط تھے لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ اور شاہ محمد فاضل لاہوری کے احاطہ میں دفن ہیں لکھا ہے:

۳۱ے۔ ایضاً ورق ۱۲۳ ب

۳۲ے۔ ایضاً ۱۲۴۔ و

۳۳ے۔ ایضاً ۱۲۶۔ ب

۳۴ے۔ ایضاً ۱۲۸ ب تا ۱۳۰۔ و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولدِ ایشان قریہ فتاچنبر متصل مجرۂ شاہ محمد مقیم در صغرسن واز وطن برآمدہ در لاہور رسیدہ از انجا باہم غور داکبرآباد رفتہ آنجا باشاہ عبدالجلیل بغدادی بیعت نمودہ ترک دُنیا نمودہ..... از ان بعد در لاہور ساکن اند در باغ میر شریف. عمر طویل یافتہ تا ہشتاد وبیش نائم در مدت بے وضو گاہی نماندہ ..... از طلبہ مستی ابیات فارسی و کلام مجید وغیرہ اکثر اوقات می خوانند..... باکاتب حروف شفقت بسیار دارند گاہ گاہی از راہ بندہ نوازی بہ فقیر خانہ تشریف می فرمایند.... قبر ایشان در مقبرہ متبرکہ حضرت ارشاد پناہی (شاہ محمد فاضل لاہوری) است بتاریخ ہفتم یا ہشتم یا یازدہم بہر تقدیر ہفتہ دوم ماہ شعبان رحلت ایشان است[۳۵]

ملا فتوحی

مصنف کے ہمسایہ، استاد اور مصنف کے اجداد کے اجازت یافتہ تھے ان کی قبر بھی شاہ محمد فاضل لاہوری کے احاطہ میں ہے لکھا ہے:

مردی باکمال است علم تکسیر و علم دعوت بوجہ احسن میدانند، ہمسایۂ کاتب حروف است...... و ایشان اجازت ذکر نفی و اثبات از قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ (سید مصطفےٰ لاہوری) (است) درین صورت بیک واسطہ مشغول بذکر مذکورند..... و ملا مشار الیہ علم تکسیر و دعوت از سید حامد مرحوم برادر حقیقی جد بندہ سید عبدالرزاق مشہور شاہ چراغ لاہوری حاصل نمودہ و بندہ را اجازت خواندن اسماء عظام از ملا صاحب است...... و در علم رمل نیز دخل دارند[۳۶] در لاہور قحط عظیم واقع شدہ کہ ہزار ہزار عالم بہ سبب فاقہ بعالم فنا رخت بربستہ...... کہ ناگاہ شب یازدہم ماہ ربیع الآخر پیمانہ عمر را آخر کردہ بجوار رحمت حق پیوستہ قبر ایشان نیز در مقبرہ حضرت ارشاد پناہی (شاہ محمد فاضل مذکور) است[۳۷]

شاہ بایزید افغان

مجذوب سالک تھے۔ ایک دن مصنف کے گھر گئے اور کہا:

اللہ اسم ذات است و دیگر اسم صفات اللہ اللہ گفتہ باشد

ان دنوں مصنف کم سن تھے۔ ان کی قبر شاہ جہان آباد میں ہے جو بازار اسپان کے متصل پُر فیض

۳۵۔ ایضاً ۱۳۰۔ ب

۳۶۔ ایضاً ۱۳۰۔ ب

۳۷۔ ایضاً ۱۳۱۔ و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیارت گاہ ہے۔ ۳۸

صوفی دوست

مصنف سے قریبی تعلقات تھے سماع ساتھ ساتھ سنتے تھے۔ لاہور میں مدفون ہیں شیخ نظام الدین تھانیسری سے بیعت تھے لکھتے ہیں:

مرید شیخ نظام الدین تھانیسری است اول تاجر بود رابلخ باشیخ مذکور صحبت داشت .... عمر طویل یافتہ تا ہشتاد کم زیادہ لاہور وطن شان بود ..... قبر ایشان در لاہور است اندرون مندوی شہریار .... باکاتب حروف بسیار شفقت داشتند چنانچہ دروقتِ سماع فقیر رامی طلبیدند و خود رقص میکردند و درعین حال بافقیر مصافحہ می فرمودند ۳۹

شیخ یحییٰ بن شیخ عبدالکریم لاہوری

نوے سال کی عمر پائی۔ شاہ محمد فاضل نے تفسیر حسینی انہیں سے پڑھی تھی اور مصنف پر بہت مہربان تھے لکھا ہے:

عمر دراز یافتہ تا سنہ نود رسیدہ باشد مردی است پیر کمال و صاحب صورت صفوت برجبین او لاتیح وحضرت ارشاد پناہی (شاہ محمد فاضل مذکور) تفسیر حسینی راپیش شیخ تکرار فرمودند باکاتب حروف بسیار شفقت دارند ..... ۱۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

وفاتِ ایشان روز سہ شنبہ یازدہم جمادی الاخر سنہ یک ہزار و یکصد و شش۔ ۴۰

مشہور چشتی شیخ طریقت اور مصنف شیخ عبدالکریم لاہوری کے صاحبزادے تھے۔

شاہ دولہ گجراتی

معمر بودند تا صد رسیدہ است .... دست شفقت برسر فقیر مالیدہ بودند و شرینی عنایت کردند و قبلہ گاہی را تنہا بہ حجرۂ خود بردہ چیزی کلمہ کلام فرمودند معلوم نہ شد (الآن در قصبہ گجرات مدفون است) ۴۱

۳۸۔ ایضاً ورق ۱۳۱۔ ا، ب

۳۹۔ ایضاً ورق ۱۳۱ ب

۴۰۔ ایضاً ۱۳۲۔ ا، ب ۴۱۔ ۱۳۳۔ ا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ ضیاء الدین

درگاہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری کے خادم تھے مصنف کے ساتھ بہت دوستی تھی ایک سو بیس سال عمر پائی تھی:

رحلت فرمودند بتاریخ بیست و یکم ماہ ذی قعدہ روز سہ شنبہ سعادت غسل و جنازہ و در قبر داخل کردن بایں احقر میسر آمدہ و قناعت بدرجہ داشتند کہ بیک جامہ مدت چہل سال گذرانیدہ بود

کتاب کے آخر میں دو شہدا کا ذکر ہے اول میر احمد شہید جو تیس[۳] سال کی عمر میں ۱۰۹۴ھ میں شہید ہوئے تھے[۴] دوسرے والداد بیگ شہید۔ جو مصنف کے مرشد شاہ محمد فاضل کے مخلص تھے۔ گجرات شاہ دولہ میں مقیم تھے۔ شہادت کے بعد ان کی نعش ان کے مقام ولادت صد گہرہ میں لا کر دفن کی گئی۔ مصنف کے ساتھ زندگی کا زیادہ حصہ گذارا تھا۔ تیس کی عمر میں شہادت پائی۔ اور سال شہادت ۱۰۹۴ھ ہے۔

۴۲۔ ایضاً ۱۳۳۔ و

****

© rasailojaraid.com